اللہ یجتبی الیہ من یشاء ویہدی الیہ من ینیب

الحمد للہ والمنۃ کہ مکتوباب عالم ربانی حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی مسمے بہ

لطائف قاسمیہ

۱۳۲۶ھ

بار دوم باہتمام احقر انام محمد عبد الاحد غفر لہ الصمد ماہ ذیقعدہ ۱۳۲۶ھ ہجری

در مطبع مجتبائی واقع دہلی مطبوع شد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات مصنفہ حضرت مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی غرق دریاے گناہم
ہزاران بار توبہ ہا شکستم
بآن رحمت کہ وقفِ عام کردی
رہینِ این چنین مقسوم ماندم
دلم از نقش باطل پاک فرما
بشوازمن ہولے کعبہ ودیر
دلم را محوِ یادِ خویش گردان
کہ خارِ عیب از جانم برآرے
بسی بگذشتہ شاہانہ مرادم

تو میدانی وخود ہستی گواہم
حجابِ مقصدم عصیانِ من شد
جہانرا دعوتِ اسلام کردی
گدا خود را تراسلطان چو دیدم
براہِ خود مرا چالاک فرما
درونم را بعشقِ خویشتن سوز
مرا حسبِ مرادِ خویش گردان
گناہم را اگر دیدی نگر ہم
بدرگاہت رسیدم ساز شادم
بحالِ قاسمِ بیچارہ بنگر

گناہ بیعدد را بار بستم
گناہم موجبِ حرمانِ من شد
نمیدانم چرا محروم ماندم
بدرگاہِ تو ای رحمان دویدم
بکش از اندرونم الفتِ غیر
بہ تیرِ وردِ خود جان ودلم دوز
اگر نالائقم قدرت تو داری
بعفو وفضلِ خود ای شاہ عالم
بچشمِ لطف ای حکم تو بر سر

مکتوب اول بنام مولوی محمد صدیق صاحب مرادآبادی
در اثبات حیات النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم

سراپا عنایت سلامت۔ السلام علیکم۔ کل جو آپ کا عنایت نامہ پہونچا کیفیت مندرجہ کو دیکھکر

طبیعت بہت گھبرائی ہنوز اور تحریرون سے چندان فراغت نہوئی کہ ایک اور سر پر آن پڑی تسپر مفصل لکھون تو کہانتک لکھون یہ بحث ایک دریائی ناپیدا کنار ہے اور اختصار کیجیئے تو کہانتک دریا کو کوزہ مین لانا دشوار اس لئے فقط عقیدۂ دل سے آگاہ کئے دیتا ہون اس ضمن مین کسی دلیل یا مثال کی طرف بھی اشارہ ہوجائے تو ہو جاوے انبیا رکرام کو انھین اجسام دنیاوی کے تعلق کے اعتبار سے زندہ سمجھتا ہون یہ نھین کہ مثل شہدا ان ابدان کو چھوڑ کر اور ابدان سے تعلق ہوجاتا ہے یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ شہدار کے مال مین میراث ہوئی اور انبیار کرام علیہم السلام کے مال مین میراث جاری نہوئی حالانکہ یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین سب کو عام ہے عوام ہون یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شہدار کی ازواج کو بعد عدت معروفہ نکاح کی اجازت ہوئی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ازواج کی شان مین یہ حکم آیا ولا تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدًا حالانکہ عموم واحل لکم ما ورار ذلکم جس سے حلت غیر منکوحہ فارغ العدۃ سمجھ مین آتی ہے اور عموم والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجا وغیرہ جس سے بعد مرور عدت ازواج کو اجازت نکاح نظر آتی ہے اس کے مخالف ہے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو زندہ نمانئے اگر شہدار انھین ابدان کے حساب سے ہوتے تو پھر اُن قبور مین مستور ہو جانا بہت ہوتا تو مجرمون اور مظلومون کے محبوس ہونے کی برابر ہوتا نہ مال مین میراث چل سکتی نہ ازواج کو نکاح کی اجازت ہوتی ورنہ اس حساب سے تو ہم مردہ دل ہی اچھے رہتے جنکی زندگانی موت سے بدتر ہے کیونکہ اس نام کی زندگانی پر ہمارے لئے تو یہ انعام کہ نہ مال مین کوئی تصرف کر سکے نہ ازواج کی طرف کوئی نظر بھر کے دیکھ سکے اور وہ اس حیات کامل پر بھی اس دولت وعزت سے محروم رہے مگر چونکہ یہان کے اموال یہین کے ابدان کے شکست وریخت کے لئے ہین اور یہان کے ازواج انھین ابدان کی ثمر کے تخم ریزی کے لئے مصداق نساؤکم حرث لکم یہین ہین تو بعد انفکاک تعلق روح کو ان کے متعلقات سے کیا تعلق رہ جائیگا بلکہ جیسے گھوڑا سواری کے لئے اور گھاس دانہ گھوڑے کے لئے اور گھوڑا نرہے تو پھر گھاس دانہ سے بھی کچھ مطلب نہین رہتا ایسا ہی ابدان ارواح کے کاروبار کے لئے بلکہ اُس کا مرکب اور اُس کی سواری اور اموال وازواج ابدان کے لئے اور ابدان نرہین تو پھر ان سے بھی مطلب

نہ رہے گا اس لئے شہداء کے اموال وازواج مین بھی بوجہ انفکاک تعلق مذکور اورون کو بطور
مناسب اجازت ہوگی اور یون ہی بیکار نہ رہنے دین گے مگر ہان جیسے یہان گہاس دانہ کی طلب
اور اُس سے تعلق دلی اس بات پر شاہد ہوتا ہے کہ طالب اور صاحب تعلق کے گھر پر گھوڑا وغیرہ
گہاس دانہ کھانے والا کوئی جانور ہوگا ایسا ہی اموال وازواج سے تعلق اس بات پر شاہد ہوسکتا
ہے کہ صاحب تعلق کو اپنے ابدان سے تعلق ہے اس تقریر مختصر سے اسقدر تو بشرط فہم وانصاف
خواہ مخواہ ذہن مین آہی جاتا ہے کہ انبیاء کرام کو اپنے ابدان سے تعلق اُس قسم کا تعلق اب بھی ہوگا
جس قسم کا پہلے تھا یہی نہین کہ جیسے وطن سے باہر اپنے وطن کو یاد کرتے اور اُس فاصلہ پر اور
بستیان ہون تو اُن کی کچھ خبر نہین ہوتی ایسے ہی انبیا کی ارواح کو بھی مثل دیگر اموات اپنے
ابدان سے ایک تعلق یادگاری محبت ہے مگر چونکہ اور ابدان سے محبت نہ تھی تو تعلق یادگاری
ہی نہین ایسا ہی تعلق ہوتا تو احکام بھی یکسان ہوتے ہان یون کہئے تو خیر کہ خدا کے حکم محض پوچ اور
بے حکمۃ ہوتے ہین مگر چونکہ آپ سے یہی امید ہے کہ خداوند علیم وحکیم کو حکیم ہی سمجھتے ہون گے اس لئے
یہ بھی امید ہے کہ بدلالۃ حکم مذکور انبیا کو ابدان دنیا کے حساب سے زندہ سمجھینگے پر حسب ہدایۂ کل
نفسٍ ذائقۃ الموت اور انک میت وانہم میتون تمام انبیاء کرام علیہم السلام خاصکر حضرت سرور انام
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نسبت موت کا بھی اعتقاد ضرور ہے مگر اس صورت مین یہ اجتماع موت
وحیات ایسا ہوگا جیسا وقت حرکۃ کشتی جانشین کشتی کا حرکت وسکون جیسے یہان سکون اصلی ہے
اور حرکت عرضی ایسی ہی وہان بھی حیات اصلی اور موت عرضی ہوگی اس لئے استمرار بھی اگر تسلیم
کرلیا جائے تو کچھ مخالف مطلب نہو گا کیونکہ حیات پھر بھی موجود ہے یا جیسے آب گرم مین اجتماع
حرارت کے لئے برودت حرارت کے لئے دلیل کی کیا حاجت وہ خود مشہود ومحسوس ہے ہان برودت
کی دلیل لیجئے اگر برودت نہوتی تو آگ کو کیونکر بجھا سکتا آگ کے بجھانے کے یہی معنی ہین کہ مادہ
حرارت کو کہو دیا اور نیست ونابود کردیا مگر ظاہر ہے کہ اضداد کو بجز اضداد عالم اسباب اور کسی سبب سے
باطل اور نیست ونابود نہین کرسکتی مگر یہ بھی تسلیم کرنا ضرور ہے کہ وقت موت حیات انبیاء کرام
علیہم السلام اور بھی شدید ہوجائے کیونکہ جب حیات اصلی اس صورت مین کبھی قبر مین رہنا کبھی آسمان
پر نظر آنا ایسا ہوگا جیسا حالت حیات سابقہ مین کبھی زمین پر رہنا کبھی بوجہ معراج آسمان پر چلا جانا وغیرہ

موت عرضی مستور ہوئی تو پھر ایسی صورت ہو جائے گی جیسے فرض کیجیے چراغ کو کسی ظرف گلی مین رکھکر سرپوش رکھدیجیے جیسے یہان تمام شعاعین باہر سے سمٹ کر اُس ظرف مین آجاتی ہین بلکہ خود شعلہ چراغ مین سماجاتی ہین جس سے وہ اشتداد مشارالیہ نمایان ہو جاتا ہے ایسے ہی یہان بھی خیال فرمالیجیے اس صورت مین موت انبیاے کرام اور موت عوام مین ایسا فرق ہوگا جیسا چراغ کے ظرف گلی مین مستور ہو جانے اور گل ہو جانے مین فرق ہے یہان جیسے باعتبار مکان اندھیرا دونون صورتون مین برابر اور پھر اتنا فرق ہے کہ باعتبار اصل اتنا پہلے نہ تھا ایسا ہی یہان بھی سمجھ لیجیے اور شاید یہی وجہ ہے کہ انک میت جدا کہا اور انہم میتون جدا فرمایا مثل ثم انکم یوم القیامۃ جو اگلا جملہ ہے سب کو شامل کر کے انکم میتون نفرمایا کہ اہی فرق مراتب موت کی طرف اشارہ باقی رہے بالجملہ حیات حال انبیار کا مثل حیات سابق ہونا اور پھر اس سے اشد اور اعلی ہونا یون ظاہر ہے کہ مماثلۃ توفی تعلق الابدان الدنیاویہ سے یہ نہین کہ مثل شہداء بتدیل ابدان کیے گئے ہو اور اشدیۃ یون ظاہر ہے کہ بوجہ احاطۂ ضد معلوم جسکو موت کہیے تمام فیض حیات جو مثل شعاع شمس و قمر اطراف بدن اور اُس سے باہر تک بذریعہ افعال جاتا تھا سمٹ کر داخل بدن کی طرف چلا آیا سمجھ لینے کے لئے تو یہ کافی ہے پھر اس سلامت اجساد کو لحاظ کیا جائے تو اور بھی تائید ہو جاتی ہے رہین احادیث اُن کے رجوع کرنے کی اس وقت ضرورت نہین جو یہ تحقیق کیجیے کہ کون سی حدیث صحیح ہے اور کون سی ضعیف پر پھر تسپر مجھکو ان باتون کی خبر کم ہوتی ہے کیونکہ یہ باتین کتابون سے متعلق ہین اور آپ خود جانتے ہین کہ جیسے سپاہی بے ہتیار ہوتے ہین ایسا ہی یہ جاہل عالم بے کتاب ہے یہ باتین آپ خود حضرت شیخ کی تصانیف سے نکال لین مگر ایسا یاد پڑتا ہے کہ اکثر احادیث باب حیات ضعیف ہین زیادہ کیا عرض کرون ہان اتنا عرض کیے دیتا ہون کہ گو عقیدہ تو یہی ہے اور مین جانتا ہون انشاءاللہ تعالیٰ ایسا ہی رہیگا مگر اس عقیدہ کو عقائد ضروریہ مین سے نہین سمجھتا نہ تعلیم ایسی باتون کی کرتا ہون نہ منکرون سے دست و گریبان ہوتا ہون خود کسی سے کہتا نہین پھرتا کوئی پوچھتا ہے اور اندیشۂ فساد نہین ہوتا تو اظہار مین دریغ بھی نہین کرتا آپ اس امر کو ملحوظ رکھین تو بہتر ہے فقط

مکتوب دوم در اثبات تراویح بدلائل عقلی و براہین نقلی

کمترین انام محمد قاسم نام کہ ہیچمدانی شعار اوست وطاعت نفسانی کار او بخدمت مجموعۂ مکارم اخلاق عبد الرحیم خان صاحب دام اخلاقہٗ سلام مسنون عرض کردہ عرض پرداز ست کہ نامہ نامی کہ بنام احقر بہ نشان میرٹھ ارسال فرمودہ بودند از میرٹھ بہ نانوتہ واز نانوتہ بگنگوہ واز گنگوہ برامپور شدہ نزدم در اواخر شوال رسیدہ ممنونم گردانید نظر براہتمام سامی در امور دینیہ وآنہم چندانکہ در فضائل اعمال دلائل این چنین باید ودلالت این چنین چندانکہ برخود نفرینہا کردکہ ہنوز گرفتار ہوا وہوس وہر دم بحکم مسامحہ کار ایندم بدم می فگنم ہمان قدر بر آنجناب آفرینہا خواندم وگفتم کہ چون در فضائل اعمال اینقدر اہتمام است واین مسارعت در دیگر اعمال عالیہ از فرائض وسنن موکدہ چہ قدر ذخیرہای عمدہ بہم آوردہ باشد جزاکم اللہ خیر الجزاء از ہماندم خیال جوابش عزم را مے انگیخت وپاس مبارک بدلم می آویخت اما بالائے تکاسل طبع زاد کہ باستماع عادات احقر از بعض ملازمان دریافتہ باشد پریشانی روزگار کہ ہر روز از جای بجای میرفتم وہجوم کار کہ از کاری بکاری می نشستم نیز فرصتم نداد کہ بہ ہیچ اشتغال غیر ضروریہ پردازم باینہمہ بدیدن سیاق وسباق نامہ سامی ومطالعہ دلائل ومقاصد گرامی ندانم غلط است یا راست از ہر طرف بوی تعصب وتعمق شمیدم وبظاہر این کار جناب نیست کسی دیگر است کہ در پردہ نام جناب درین میدان کورانہ رفتہ فرمودہ امام ابن صلاح را باید عایش چہ مساس آرے اگر اثبات احکام منحصر در صحاح بودے می توان گفت کہ فلان حدیث اثبات تراویح نمی توان کرد آری اثبات مطالب بقدر ثبوت دلائل می باشد صحاح بقدر ثبوت خود وضعاف بقدر ثبوت خود اثبات مطالب میکند غرض حسب تنوع دلائل مطالب متنوعہ بثبوت میرسند از متواترات عقائد ضروریہ مثل توحید ورسالت وحقیقت کلام اللہ ثابت می توان کرد واز احاد صحاح این کار نمی برآید واز احاد وجوب اعمال وتاکد سنن باید گرفت از ضعاف این کار نباید گرفت این فرق از کجا خاستہ از تفاوت سند خاستہ ورنہ نفس حدیث واضافت بنوی ہمین خواہد کہ ہر دو را بیک پلہ باید سنجید مگر ظاہر است کہ احادیث ضعیف نہ چنان ثابت اند کہ ہمسنگ صحاح وحسان گردند نہ چنان باطل کہ ہمرنگ موضوعات شوند پس لاجرم مرتبہ آنہا باعتبار ثبوت وعدم ثبوت فیمابین صحاح ہے بلکہ حسان وموضوعات خواہند بود نہ مثل موضوعات کہ سراسر باطل اند وبوی از ثبوت نشمیدہ بیکبارہ مانند حسان وصحاح ومتواترات

در کار اثبات پرکاراند اندرین صورت ثبوت فضائل اعمال که از مطالب حسان وصحاح ومتواترات فروتر است از ضعاف چه مستعد وظاهر است که در صورت ترک اقتفا فقهاء به ثبوت وتاکید تراویح معلوم رتبه اش از فضائل نمی فزاید پس اگر حدیث نسبت تراویح ضعیف باشد ظاهر پرستان را چه باک در فکر او اگر جگر خون کنند کنند مدعیان تاکد کنند هان اگر تعارض مزعوم کسانیکه درین زمانه درین باره غوغا کرده اند ومیگویند که حدیث بست با حدیث یازده متعارض است مبرهن شود البته ترک بست واختیار یازده خیلی بجا بود گو در انهم گنجایش گفتگوهای دیگر باشد وبیشتر از اثبات تعارض از برهمی ملت برهمی کلمة الاسلام جمهور باقی ماند اینکه جناب ختمی مآب صلی الله تعالی علیه وآله وسلم در رمضان وغیر رمضان همی یازده را بجا آورده اند چنانچه از حضرت عائشه رضی الله عنها مرویست باآنکه حضرت رسول اکرم صلی الله تعالی علیه وآله وسلم در لیالی سه گانه همی یازده خوانده اند چنانچه از جابر رض مرویست این حدیث گو بظاهر با حدیث بست که مرفوع است بنظر ظاهر بینان متعارض نماید اما در حقیقت حکم بتعارض خالی از جهل یا عناد نیست اول تراویح را از تهجد باید گفت بعد ازان تطبیق تعارض عزم باید کرد اگر گویند که تراویح مثل صلوة اوابین که بعد مغرب میخوانند ونوافل عشا که بعد یا پیش آن خوانده می شوند نوع دیگر وتهجد نوع دیگر وهر دو حدیث مذکور درباره تهجد است خود ظاهر است که اعتراض تعارض بیکسو خواهد رفت باز چون باتصال تراویح با عشاء ادا کردن آن در اول شب وافتراق تهجد از عشاء که نوم ودیگر اعمال کثیره بمیان می آیند وادا کردن آن در آخر شب نظر افگنیم این را موجه می یابیم معهذا در تهجد روایات کثیره از حضرت عائشه مرویست وهم از بعض صحابه ماثور بعض ازان در صحیحین وبعض در کتب دیگر از صحاح ستة منقول است چنانچه خواندگان حدیث همه میدانند پس هرچه ملازمان جناب منشی سامی جواب آن خواهند داد ازین تعارض ما هم همان را قبول کنند بالجمله چنانچه حمل بر تعدد واقع احادیث بخاری ومسلم را موافق باهم توان کرد حدیث بست رکعت ویازده رکعت را نیز باهم متوافق باید ساخت ازین صورت ضعف حدیث بست در امتثال منطوق آن مانع نخواهند شد هان اگر امام ابن صلاح لیاقت قبول اقوال از نصوص قطعیه بهم رسانیده اند وکلام الله یا حدیث باتباع اوشان خوانده ودیگر علما اصول وفقه این منصب بهم رسیده ما را گنجایش عرض معروض خویش نیست واگر اوشان را امام اصول حدیث باینمعنی تصور بداند که درین فن یکتاء روزگار ومرد این میدان واین کار بودند درباره محافظت الفاظ حدیث هر قاعده

که بنیاد نهند بچشم نهادنی است و هر راهی که روند قابل گام کشادنی است مارا مسلم مگر اوشان را اگر در
محافظهٔ الفاظ حدیث که بغرض محافظهٔ معانی مقصود است چنانچه جملهٔ فلیبلغ الشاهد الغائب یا جملهٔ فرب
مبلغ اوعی من سامع پیوسته بران شاهد است ائمهٔ اصول فقه را در فن محافظهٔ معانی ید طولی است اوشان
دران باره اگر قابل اقتدا هستند ایشان درین باره لائق اتباع قاعدهٔ بنیاد نهادهٔ ائمهٔ اصول فقه همین است
که فضائل اعمال از ضعاف هم ثابت می توان شد و اگر نیک تامل کرده شود آن موضوعات که نظر بر کذب
رواتش در مواقع دیگر ازاد در موضوعات شمرده اند با این کلیه بالیقین غلط و مخالف واقع نمی باشند فان الکذوب
قد یصدق هم چنانچه جملهٔ صحاح صحیح بمعنی مطابق واقع نمی باشند فان الصدوق قد یخطی و نیز احتمال
دروغ از غیر معصوم چه مستبعد چنانچه در بعض صحاح مشهوده هم همین است ندانی که در بخاری شریف
در باب عمر شریف حضرت رسول اکرم صلی الله علیه وآله وسلم سه روایات باهم متعارض آمده شصت
و شصت سه و شصت پنج و همه میدانند که توافق این روایات باعتبار منطوق خویشتن محال است
لاجرم یکی مطابق واقع و دو مخالف واقع خواهند بود حالانکه باعتبار اصطلاح اصول حدیث هر سه
روایات صحیح اند ورنه امام بخاری که التزام ایراد صحاح کرده اند در کتاب خودش آورده اند این صورت را
مرجحی باید که یکی را مظنون الصدق یا مقطوع الوقوع گردانند و دیگر را مظنون الکذب و یا قطعی البطلان
گردانند پس مرجح اگر از قسم روایات است عام است که صحیح باشد یا ضعیف چنانچه ظاهر است و اگر از
قسم درایات باشد از اندازه حرکة که یکی از کارهای نبوی است چنانچه آیة یعلمهم الکتاب والحکمة بران دلالت
میدارد بیرون نرفته باشد اندرین صورت حدیث ضعیف هم اگر مؤید بدرایة شود از مرتبهٔ خود بالا رفته
کار دیگر خواهد کرد چنانچه آیة واذا جاءهم امر من الامن او الخوف اذاعوا به ولو ردوه الی الرسول والی
اولی الامر منهم لعلمه الذین یستنبطونه منهم برین قضیه گواه هم موجود است چه اخبار مشار الیها اگر از قسم صحاح
بودے اذاعة را محل طعن نمی شد و اگر در آیة درایة مؤید ضعاف نمی شد جملهٔ لعلمه الذین یستنبطونه چه
معنی داشتے اکنون معروض آن است که روایة بست رکعة نیز بزعم احقر مؤید بدرایة است و معارض
کدام بروایة نیست اگر اندیشه که بدان اشاره کرده آمده ام سد راه قلم نبودی اگر همه مافی الضمیر خود زیر قلم
نیاوردمی باری قلیل کثیر از ان آویزهٔ گوش سامی میکردم مگر چه کنم که فسحتی سامی در استدلالات از حق
کناره میرود چنانچه قدری معروض شد و قدری اکنون معروض میشود مدار طعن بر روایة مؤطاء

برین داشته که یزید بن رومان زمانهٔ حضرت عمر رضی الله عنه ندریافته سبحان الله چه دلیل است و چه
مدعا خلاصهٔ طعن این برآید که مرسلات تابعین اعتبار را نشاید اول این را اثبات باید کرد بعد از ان
روایهٔ مذکوره را رد باید فرمود عدم اعتبار مراسیل تابعین اگر تراشیدهٔ خویشتن است این را کسی می پرسد و اگر
تقلید دیگران است بجز امام شافعی رح کیست که باین طرف رفته امام ابوحنیفه رح امام مالک رح همه
برانند که مراسیل تابعین همه مثل مراسیل صحابه معتبر اند بلکه از سند زیاده چه ترک اسناد دلیل وثوق خود است
و ذکر اسناد بر فهم سامع گذاشتن و گویا العهدة علی الراوی گفتن است اگر از تقلید عار است قول امام ابن
صلاح رح را بدیوار باید زد و اگر تقلید او شان جائز است امام ابوحنیفه رح و امام مالک رح چه تقصیر فرموده اند امام
ابن صلاح رح اگر تاسیس قواعد حفظ و نگاهداشت الفاظ بصیرت حاصل کرده اند امام ابوحنیفه رح و امام مالک رح
نیز در تاسیس قواعد محافظهٔ معانی ید طولی دارند و اگر ازین قواعد محافظهٔ معانی بهم رسیده و در بعض مواقع
بنظر ملازمان جناب علی تقدیر التسلیم معنی مقصود از دست میرود از قواعد محافظهٔ الفاظ نیز این محافظة
علی العموم دیده نمیشود چنانچه از ملاحظهٔ احادیث عمر شریف حضرت رسول الثقلین صلی الله علیه و آله وسلم
هویدا است و اگر درین باره بتقلید امام شافعی رح بر وشان احسان نهاده اند از ما مبارکباد مگر اند بصورت
اگر ملازمان جناب اقتفا امام شافعی رح ورزیده ما گنهگاران اتباع امام ابوحنیفه رح لازم گرفته ایم اگر فرق است
همین قدر است که امام ابوحنیفه امام اعظم اند بالجمله بتقلیدی یکی از ائمه مقلدان ائمه دیگر را الزام نباید داد
و با وشان دست گریبان نباید شد این است جواب آنچه که ملازمان جناب بطور قواعد روایهٔ
بر سبت رکعة طعن فرموده بودند باقی مطاعنیکه بطور درایهٔ وارد فرموده اند جواب آن چه گوییم که خود
از دائرهٔ فهم بیرون می نماید بجز آنکه تعصب و تعمق باعث این یاوه گوئیها شده باشد دیگر چه گفته شود
و اگر باور نیست باید شنید یکی از ان مطاعنها اینهم است که اگر بروایهٔ علیکم بسنتی وسنة الخلفاء دست آویخته
شود بلحاظ آنکه سنتی وسنة الخلفاء هر دو معرفه اند و تکرار معارف مشعر باتحاد اول یا ثانی میباشد لازم است
که سنة الخلفاء که اتباع آن در حدیث اشاره فرموده اند همان سنة نبوی علیه وعلی آله التحیة والسلام و در بیست
رکعت این امر مفقود است میگوییم که اول این قاعده نزد علماء اصول کلیه نیست باتباع اوشان ملازمان
مخدوم را گنجایش طعن بهم رسد و ما را فکر جواب باعث تردد شود دوم اینجا فقط لفظ سنت مکرر آمده آن
بذات خود نکره است و تکرار نکره باعتراف همان کسان که تکرار معرفه را مشعر بر اتحاد شمرده اند مشعر تغایر است

نظر برین لازم کہ سنة الخلفاء غیر سنت نبوی علیہ الصلوٰة والسلام باشد و یای متکلم و لفظ الخلفاء اگر معرفہ ست
یکی ہم ازان مکرر نیست و اگر نظر بر معرفیۃ عرضیۃ است آن معرفہ خود از معرفہ دیگر متغایر شدہ چنانچہ آن
دو بذات خود متغایر اند این و آن معرفہ نیز متغایر خواہند بود وجہش چنانچہ دانی انیست کہ محکوم علیہ حقیقی
در صفات عرضیہ ہمان موصوف بالذات میباشد پس اگر موصوف بالذات چیز واحد ست صفت عارضیہ
نیز چیز واحد خواہد بود و اگر دو شئی متغایر است صفات عارضیہ راہم دو شئی متغایر باید پنداشت پس اگر سنتی
دو سنتی مکرر می آمد یا سنة الخلفاء و سنتا الخلفاء مکرر می شد این گفتگو را بظاہر خیلی بجا گفتہ می شود و با اینہمہ
در ابناءنا و ابناءکم بلکہ در انفسنا و انفسکم کہ در کلام اللہ یک جملہ مکرر آمدہ چہ خواہند فرمود سبحان اللہ باینچنین
ابلہ فریبیہا و این لن ترانیہای دور و دراز علاوہ برین ہمہ اہل فہم را درین قدر اتفاق است کہ عطف
مقتضی تغایر می باشد تا وقتیکہ تغایر حقیقی یا تغایر اعتباری بدست نیاید عطف نتوان کرد دوم آنکہ طعن لام
تعریف در جمع مفید استغراق می باشد اند رینصورت لازم است کہ جمیع خلفاء مراد باشند پس سنة
الخلفاء کہ اشارہ بالتزامش فرمودہ اند می باید کہ سنت ہمہ خلفاء راشدین باشد و سنت دیگر اگر ہست سنة
حضرت عمرؓ ہست سنة حضرت ابی بکرؓ نیست این اعتراض از ہمہ افزون تر است ماشاء اللہ فہم مطالب باید ہیچ سان
و نکتہ فہمی کم از فہم اینقدر شاید مخدوم من اینقدر مسلم کہ جمع محلی باللام از الفاظ عموم است و لام تعریف در جمع
اکثر مفید استغراق می باشد اما منشاء آن مخدوم ندانم معنی اجتماع از کدام پہلو می بر آرند و این تحقیق از عقل
یا از نقل از کجا می نگارند مفاد استغراق ہمان مفاد کل افرادی می باشد نہ مفاد کل مجموعی تا این مطلب
باین دلیل مربوط می شد و ظاہر است کہ در کل افرادی حکم راجع بہر فرد جداگانہ می باشد آری در کل مجموعی
حکم قضیہ راجع بجانب مجموع میگردد و افراد را ازان سروکاری نمی بود و آنچہ منشی جناب فہمیدہ اند
محصلش ہمین ارجاع حکم بجانب مجموع است ازین تا آنان فرقے ہست کہ بفرق زمین و آسمان تعبیرش
توان کرد و با اینہمہ حدیث اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم را حکم باید کرد و باید دید کہ چسان فیصلہ این نزاع
میکنند علاوہ برین نصوص قطعیۂ قرآن شریف و حدیث را کہ در بعض مواقع بر جمع محلی باللام مستعمل بینمایند مثلاً
ان اللہ لا یضیع اجر المحسنین چہ جواب خواہند داد کدام است کہ نمیدانند کہ اینجا اجر مجموعہ مراد نیست چہ
یک محسن ہم اگر بعالم باشد تاہم اضاعت اجر او نخواہند شد و نیز باید کہ بر طبق فہم منشی جناب اجر ہمہ محسنین یکی
باشد و آن ہم چند انکہ تعدد شخصی مادران گنجایش بود نہ تعدد نوعی را مجال چہ عطا را یکبارہ خواہد شد

مثل صلوات که بتعدد ازمنه واختلاف مکرر سه کرر مطلوب می شود بتعدد ازمنه مختلف نخواهد شد همچنین در جاهد الکفار والمنافقین لازم است که جهاد مجموعهٔ کفار ومنافقین مراد باشد اندرین صورت با حضرت رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم را باید گفت که ازین جهان بے ادا ر فرض تشریف بردند یا بر خداوند احکم الحاکمین نعوذ بالله غصه باید کرد که اینچنین حکم دشوار بر نبی خود فرستاد که ادائیش نتوانستند وعیب عدم امتثال ازین جهان بردند نعوذ بالله من سوء الفهم وازین هم در گذشتیم اذان ثالث جمعه بشهادهٔ صحیحین سنته حضرت عثمان رض ذی النورین است رضی الله عنه پیشتر از زمانهٔ اوشان فقط آن دو اذان اعنی یکی اذان خطبه دویم تکبیر بود پس از سنته الخلفاء در حدیث مذکور اگر سنته همه خلفاء بطور مذکور مراد باشد لازم آید که اذان مذکور داخل بدعت شود نه سنته نبوی ست نه سنته خلفاء بطور مذکور و این التزام بدعة اندا اندرین صورت نه تنها بر حضرت عثمان رض خواهد بود بلکه جملهٔ صحابه رضوان الله علیهم اجمعین که دران زمان حاضر بودند مبتدع خواهند شد ومیدانی که این همان گناه وهمان عیب است که رفّاض وشیعهٔ از دائره سنت وجماعة بدان بدر رفتند وازینهم باید گذشت در آیة اولئک الذی هدی الله فبهدیهم اقتده ضمیر هدیهم راجع بسوی الذین است معنی این شد که روش آن کسانیکه ذکر اوشان کرده ایم باید گرفت غرض لفظ هدیهم در قوة هدی الذین شد ومعلوم است که مخاطب باین حکم جناب رسالت مآب صلی الله علیه وآله وسلم اند ومشار الیه بموصول ابنیاء مذکور الصدر که منجمله آن حضرت موسی علیه السلام وحضرت داؤد علیه السلام هستند وموافق این خطاب واین ارشاد حضرت صلی الله وآله وسلم در روزهٔ عاشوره اقتدا به حضرت موسیٰ کردند ودر سجده تلاوة سوره ص اقتدا به حضرت داؤد علیه السلام کردند واگر سجده سورهٔ ص اقتدا به حضرت داؤد علیه السلام نگویند وگویند که سجدهٔ حضرت داؤد علیه السلام بجهة استغفار وسجدهٔ حضرت سید ابرار صلی الله علیه وآله وسلم جهة شکر پروردگار که ما را ازین قسم ابتلاء محفوظ داشت در اقتداء حضرت موسے علیه السلام در روزه عاشوره کلام نیست چنانچه حدیث نحن احق بموسی او کما قال بران گواهست گو بوجه دیگر از پیشتر هم ازین روزه معمول حضرت صلی الله علیه وآله وسلم باشد آرے اگر اجتماع وجوه کثیره در یک عمل محال بودے مضائقه نبود مگر مساعد این نه عقل است چنانچه دانی ونه نقل چنانچه انما لکل امرءٍ مانوے میخوانی ومیدانی که از همین جا تضاعف ثواب صله از صدقه می برآید چنانچه ماهران حدیث می دانند الغرض این قسم

سنن فقط یک دو نبی است سبب جملہ انبیا رہدی ہمہ مرسلین مذکورین نیست اند درین صورت
درحدیث اقتدوا بالذین من بعدی کہ لفظ الذین واقع است ہمان عموم خواہد بخشید کہ الذین
واقع آیۃ مذکورہ بخشیدہ فرق اگر ہست فرق تثنیہ وجمع است مگر این قسم فرق در تبدل ماہیتہ
مضامین ولوازم آن کارگر نمی توان شد پس چنانچہ در آیۃ مسطورہ سنت یک نبی قابل اتباع
برآمد اینجا بسبب یکے خلیفہ از ان دو کہ درین حدیث مراد اند لائق اتباع واقتدا خواہد بود ہان
اگر اینجا لفظ اقتدا نبودی شاید مجادلانرا گنجایش زبان کشائی می بود می توانستند گفتن کہ در اقتدا
واتباع مثلاً فرق است این است آنچہ کہ بطور عجلۃ ونظر سرسری در استدلالات مجتہد جناب مفاسد
بنظر این ہیچمدان در آمدہ اکنون التماس انیست کہ نظر باین تعصب وتعمق کہ در اجتہاد مجتہد صاحب
یافتہ نگاشتہ ام از تحریر جواب اصل مسئلہ دست کشی اولی دانستم چہ اگر چیزی مینویسیم لاجرم تنقیح وتصحیح آن
وسنجیدن بہ حوالۂ ہمان صاحب میشد کہ باین رہ رفتہ اند او شان اول بار کدام ناانصافی گذاشتہ اند
کہ باین بار کوتاہی خواہند فرمود بیت تو کار زمین را نکو ساختی * کہ با آسمان نیز پرداختی *
ورنہ در اواخر رمضان شریف بتکلیف مولوی احمد حسن امروہوی کہ یکی از احباب احقر اند چیزی درین
بارہ نوشتہ بامروہہ فرستادہ بودم از وشان نقلش بہم رسانیدہ میفرستادم لیکن چہ کنم کہ بنظر انصاف
معذورم دیگر آنکہ انچہ کہ بلفظ مضامین شعریہ بآن اشارہ فرمودہ اند میخواہم کہ نقلش اگر ممکن باشد
بہ من ارزانی فرمایند تا شاید چیزے زیر این پرہ باشد باقی عرض دیگر این است کہ بندہ کمترین عاملان
بالحدیث را بشرط فہم بدنمی انکار و بلکہ این را شعار ایمان می داند لیکن این چنین بدفہمان را کہ مضامین
نامہ سامی ریختہ قلم اوشان است ہرگز عامل بالحدیث روا نمیدارند اینچنین کسان منجملہ یضل بہ کثیرا
ہستند والعاقل تکفیہ الاشارۃ الغرض راہی اختیار باید کرد کہ بر اکابر صحابہ طعن نیفتد ودین برہم نشود
واحادیث باہم دبا قرآن شریف متعانق باشند اما طوریکہ باختیار آن مطاعن بجانب صحابہ عائد شوند
واحادیث باہم متعارض شوند وروش قرآن مکذب آن شود ہرگز پسندیدہ خدا ورسول نیست
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وطرزی کہ ایجاد مجتہد مذکور است ہمچنین است چنانچہ عرض کردہ شد دیگر
آنکہ ہر کہ قصد عمل بالحدیث کند آنرا باین چنین اجتہادات چہ کار اگر ارادہ عمل بالحدیث باین
معنی است کہ ہر چہ در ظاہر احادیث یابند بران عمل کنند آن مقصد مقتضی این است کہ رائے خود

یکسو نہند و در پی عمل شوند ورنہ رای وعقل پیشنیان بہر حال اولی وافضل تر ہست واگر قصد عمل بطور رای وعقل است پس اندرین صورت بر مجتہدان سابق ومقلدان اوشان چہ طعن واللہ الموفق لنا ولکم اگر حرفے نازیبا از قلم احقر صدور یافتہ آنرا از قبیل جزاء سیئۃ سیئۃ مثلہا بلکہ کمتر ازان پندارند چہ مضامین نامۂ سامی در پردۂ استدلالات معلومہ نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم را گذاشتہ نہ صحابہ کرام را رضوان اللہ علیہم اجمعین

مکتوب سوم حضرت مولانا رشید احمد صاحب

بسم اللہ الرحمن الرحیم خان صاحب عبد الرحیم خان سلمہٗ بعد سلام مسنون آنکہ نوازشنامہ رسید در باب تراویح انچہ تحریر بود ظاہر ومتبادر ازان چنین می شد کہ مقصود واستفسار مسئلہ نیست بلکہ اعلام والزام تحقیق خود است لہذا در تحریر جواب تامل ماند آخر الامر چنان مناسب معلوم شد کہ اشارۃً چند فقرہ عرض کنم از تسلیم وغیر تسلیم کاری نیست لہذا در تحریر جواب دیر شد بر اہل علم پوشیدہ نیست کہ قیام رمضان وقیام لیل فی الواقع یک نماز است کہ در رمضان برای تیسیر مسلمین در اول شب مقرر کردہ شدہ وہنوز عزیمۃ در ادایش آخر شب است ودر قیام لیل فخر علیہ السلام چنانکہ یازدہ رکعت وکم ازان ثابت شدہ اند سیزدہ رکعت سوای سنۃ فجر ہم در صحیحین موجود اندودہ رکعت نفل از روایۃ ابن مسعود از قول ابن عباس فصلّٰی رکعتین ثُمّ رکعتین۔ ثُمّ رکعتین ثُمّ رکعتین ثُمّ رکعتین ثُمّ رکعتین ثم اوتر نزد حنفیہ دہ رکعۃ نفل وسہ وتر آنانکہ وتر رایکرکعۃ قرار دہند دوازدہ رکعۃ نفل ثابت اند وقضا رآنجناب دوازدہ رکعت را در روز گر بہ شب تہجد فوت میشد ہم معین دوازدہ رکعۃ نفل است واین ہر دو در صحاح موجود است باید پس می بایست کہ محدثین زمان را در دوازدہ رکعۃ تردد نمی شد وبسبۃ آن یقین می بود نہ قصر بر یازدہ مع الوتر ودر زمان صحابہ ہم چنانکہ یازدہ از سائب نقل می فرمایند اعرج امام مالکؒ در موطا دوازدہ رکعۃ نفل روایۃ می فرمایند چنانکہ در مشکوٰۃ موجود است ندانم کہ چرا بر سامی مخفی ماند غلط کردم جناب را فعل صحابہ بمقابلہ سنت حضرت فخر عالم بزعم مخالفہ حجت نیست واین نیز بر اہل علم واضح است کہ نفس قیام رمضان را آنجناب سنۃ فرمودہ اند وتحدید عدد رکعات آن نہ فرمودہ کہ کمی وزیادۃ دران روا نباشد چنانکہ در فرائض در روایت سنن ست ورنہ اختلاف در ادای عدد آنہا واقع نشدے

لہذا ہر قدر کہ زیادہ در عدد رکعاتش بود موجب اجر است نہ باعث گناہ وابتداع و ہیچ حدیث
در منع آن وارد نیست بلکہ حدیث علیک بکثرۃ السجود مطلقاً استحسان کثرت رکعات نوافل روز و
شب می فرماید البتہ جائیکہ شارع تحدید فرمودہ چنانکہ در فرائض وسنن روایت نقصان و زیادہ دران
روا نیست ومعہذا اگر قبل آن یا بعد آن در محل نوافل کسی نوافل تنفلاً خوانند بدون اعتقاد سنیۃ
آنہا کسی است کہ او را منع فرماید و بدعۃ گوید پس ہمچنان در تہجد و قیام رمضان زیادہ رکعات را چہ
اندیشہ خواہد شد و آنچہ در عدد رکعات تہجد فخر عالم علیہ السلام تحقیق است ازان روا است کہ فعل آنجناب
محقق گردد کہ چیست نہ آنکہ زائد ازان بدعۃ است صرح بہ النووی فی شرح المسلم برین قیاس
است سائر سنن کہ اصل آن از شارع علیہ السلام سنت فرمودہ و تحدید دران نفرمودہ مثلاً تسابیح رکوع
و سجود کہ دران زیادہ از قدریکہ آنجناب ہیگفتند بدعۃ ہست و قرءۃ قرآن کہ زیادہ از مقرر آنجناب است
در فرض و نفل بدعۃ نخواہد بود و علی ہذا در ہمہ این قسم امور ازین است کہ علماء قاطبۃً اگرچہ سنۃ موکدہ ہمون
قدر را گفتہ اند کہ بران قدر چہ سنۃ نزدشان صادق آید مگر زائد را دران بدعۃ نگفتہ خصوصاً زیادتی کہ
از صحابہ ثابت شدہ چنانچہ روایات عدیدہ مختلفہ سامی دیدہ باشند تعامل عشرین پس در زمان حضرت
عمر رضی اللہ عنہ بارشاد و تقریر آنجناب معمول شد چنانکہ در موطا مالکؒ مرویست و خدشہ انقطاع
بر محل خود نیست چرا کہ یزید بن رومان تابعی ثقہ اند و ارسال ثقہ مقبول میباشد مالک و محدثین سلف را
ہمین مذہب است اگرچہ شافعی واحد دران کلام کردہ اند کتاب ابی داؤد بسوی اہل مکہ و دیگر
کتب اصول حدیث مطالعہ نمایند معہذا حدیث صحیح بیہقی کہ صاحب فتح روایۃ آن فرماید موید او است
و مزیل شبہ انقطاع و ترمذی در جامع خود از حضرت عمرؓ و علی و غیرہما من الصحابہ روایت آن میکند پس
اکنون در ثبوت عشرین از آنجناب رضی اللہ عنہ چہ تردد ماند و این زیادہ را مخالف سنۃ پنداشتن
نہایت موجب تعجب است کہ ہیچ اہل علم چنان نہ فرماید چہ بالا نوشتہ ام کہ قیام لیل محدود نیستند
ورنہ ہرگاہ بحدیث صحیح ثابت شد کہ فخر عالم علیہ السلام گاہے ماہ کامل غیر رمضان صائم نبود و نہ ہیچ
ماہ را از صوم خالی گذاشتہ اگر کسی تمام ماہ روزہ دارد تنفلاً مخالف سنۃ گردد و گرفتار بدعۃ معاذ اللہ
باید کہ حضرت عمرؓ و علیؓ و دیگر صحابہ و تابعین باعتراف ترمذی وغیرہ بسبب تقریر زیادہ عدد رکعات
اہل بدعۃ شوند استغفر اللہ و بسیار امور نفل از صلوۃ و صوم و زکوۃ و حج و ذکر و تسابیح بدعۃ شوند

تامل درکار است اہل علم را چنان فرمودن سخت نازیبا ست مابین لفظ مخالف وموافق ومحدود وغیر محدود وبدعة وسنة امتیاز واجب است وچونکہ درحدیث علیکم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدین ارشاد جناب رسالۃ علیہ الصلوۃ است کہ چنانکہ سنۃ مرا التزام کردن بر شما است سنۃ خلفاء را ہم التزام ضرور است ومراد از سنۃ خلفاء امریست کہ از آنجناب صدور آن نشدہ واز خلفاء وقوع آن شدہ وآن ہرگز خلاف کلیات شرع نمی خواہد بود بلکہ موافق سنۃ ومستنبط از ان لہذا این بست رکعت ہم مندوب وسنۃ شدند وبدعۃ گفتن آن سخت نازیبا کہ ہیچ عالمی چنین نگفتہ آری آنچہ خلاف است کہ زیادہ بر آنقدر کہ آنجناب علیہ الصلوۃ خواندہ اند آیا سنۃ موکدہ اند یا مستحب ازین بعد آنچہ درین حدیث افادہ فرمودہ اند بلکہ مراد از سنۃ خلفاء سنتی است کہ عین سنۃ نبویہ باشد از عجائب روزگار ہست چراکہ اگر مراد از عینیۃ آنست کہ بعینہ آن فعل را آنجناب علیہ السلام عمل در آمد فرمودہ مسنون کردہ باشند پس می پرسم کہ درین صورت خاصہ تقریر خلفاء چیست آیا بعد وفات آنجناب کسی را از خلفاء مجال تغیب وفراز داشتہ یا نسخ وتبدیل آن میرسد تا گفتہ کہ سنۃ خلفاء کرام دیگر آن را ترک کنیم واگر مراد از عین آنست کہ مستنبط از سنۃ بود یا نظیرش در سنۃ موجود باشد وموافق کلیہ شرعیہ بود مثل جمع قرآن شریف وترتیب سور آن مثلاً لاریب این امر مسلم صحیح است مگر این زیادہ رکعات را نداستم کہ بچہ وجہ مخالف سنۃ قرار دادہ خواہد شد وآنچہ از اصول قاعدہ اعادہ معرفہ تحریر است در تلویح این بحث را باید دید کہ این قاعدہ کلیہ نیست وخلاف این بسیار موجود است این قاعدہ آنجا بود کہ قرینہ خلاف موجود نباشد اینجا عطف لفظ سنۃ الخلفاء بر لفظ سنتی مغایرۃ را می خواہد ومقصود جناب رسالت علیہ السلام ازین التزام سنۃ الخلفاء خود است مرامتہ را مثل سنۃ خویش چنانچہ در حدیث دیگر فرمودہ فاقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر وعمر بلکہ در حدیثی باقتدائے جملہ صحابہ فرمود اصحابی کالنجوم بایہم اقتدیتم اہتدیتم وہمچنان آنچہ لام استغراق فہمیدہ اند نہ ایمعنی است کہ آنچہ سنۃ مجموعہ خلفاء باشد بشرط اجتماعہم علیہا آنرا قبول سازید وامریکہ یک دو خلیفہ مثلاً کردہ باشد ترک کنید درین صورت آنچہ باقتدائے شیخین حکم ناتمام خواہد شد کہ دو خلیفہ را دران ذکر فرمودند ہمہ را وحدیث نجوم مخالف آن خواہد شد وترتیب مصحف عثمانی بدعۃ خواہد شد چہ خلیفہ اول جمع آن کردہ بود نہ ترتیب آن ومسئلہ عول وتحدید حد شراب ودیگر امور کہ در زمان حضرت

عمرؓ قرار یافتہ اند ہمہ خلاف سنت خواہند شد معاذ اللہ بلکہ مراد آن است کہ سنتہ ہمہ خلفاء را التزام سازند چنان نکنید کہ سنتہ بعض آنہا گیرید و بعض آنہا نگیرید قال اللہ تعالیٰ یا ایہا النبی جاہد الکفار و المنافقین کہ معنی برآن آنست کہ با جمیع کفار و منافقین جہاد باید پس حسب فہم سامی باید کہ آنجناب امر الٰہی نکردہ باشد کہ با تمام کفار عالم جہاد آنجناب واقع نشدہ وچہ ضرورت است کہ در حدیث لام لام استغراق باشد میگوییم کہ لام آن لام عہد خارجی است کہ خلفاء خمسہ معہودہ را مراد داشتہ فرمودہ اند کہ طریقہ ایشان را قبول کنید و ہیئتہ اجتماعیہ از حدیث فہمیدن ہمانا کہ محاورہ کلامیہ ندانستن است پس بہر حال آنچہ در ترجمۂ حدیث نوشتہ اند ہر دو تقریر برمحل خود نیستند زیادہ چہ عرض کردہ آید و در بعض دیگر جاہم در صحیفۂ سامی محل کلام است مگر بندہ را با اصل مسئلہ کار است و از تقریر زائد غرض نیست اکنون کہ بست رکعت تراویح از فعل خلفاء ثابت شدہ اند عمل بران موجب سعادت است و بدعۃ فہمیدنش محض بیجا البتہ زائد از ہشت رکعتہ را بعض مستحب دانستہ اند و بعض موکدہ گفتہ اند این مسئلہ خلافیۂ قدما است کہ ما را درین گفتگو ضرور نیست واللہ تعالیٰ اعلم فقط **سوال اول** ہرگاہ در تعریف سنتہ مواظبت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع الترک احیانا ماخوذ است و این ہم ظاہر است کہ بر تراویح مواظبت کذائی ثابت نیست پس بر سنیتہ آن از کدام دلیل اطمینان کردہ شود و آنقدر کہ بران مواظبت ثابت است ہمان ہشت رکعات تہجد ہستند لاغیر پس باید کہ ہمین قدر سنتہ باشد و زیادت بران روا نباشد فقط **سوال دوم** اینکہ این دوازدہ رکعات کہ بر ہشت رکعات سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم افزودہ شدند آیا در تاکد ہمان مرتبہ ہستند کہ آن ہشت رکعات را حاصل است یا ازان مرتبہ فروتر فقط **جواب سوال اول** اینکہ ہرچہ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین بران مواظبت فرمودہ باشد سنت موکدہ می باشد لقولہ علیہ السلام علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین المہدیین نعم تاکد یکہ در مواظبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم ہر چیزے میباشد در مواظبت اصحاب کرام نیست چراکہ مراتب سنت موکدہ در تاکد متفاوت می باشد قال رد المحتار ناقلا عن شرح المنیۃ قال مراتب الاستحباب متفاوتۃ کمراتب السنۃ انتہی و خود حدیث علیکم بسنتی الخ ناظر درین است چراکہ رعایات تقدم و تاخر در کلام بلغاء بلا وجہ نباشد خصوصاً کلام ما انتظام سرور انبیاء تاج الفصحاء و البلغاء پس تقدم سنتی و تاخر سنتہ الخلفاء مع اشارات دقیقہ

دیگر کمال آکد اول را از ثانی می خواہد چنانچہ از آیت ان الصفا والمروۃ من شعائر اللہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم استخراج فرمودہ اند ارشاد کرد کہ بدایۃ می کنم بد انکہ بدایۃ کرد حق تعالیٰ باو در ذکر کما ہو فی الحدیث پس اینجا تقدم زمانی است و آنجا تقدم فی المرتبہ بہر حال از تقدم ذکر تقدم رتبہ مستفاد میشود و اما مواظبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بچیزی بطور فرض اگر از خصوصیات نیست بر امتہ ہم فرضیۃ را می خواہد و اگر از خصوصیات باشد لیکن امتہ از ان ممنوع نباشد پس این مواظبت سنیۃ را نمیخواہد بلکہ استحباب مقتضائے اوست چنانچہ تہجد کہ نزد بعض بران حضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرض بود وامۃ را مستحب مگر چون دلیل دیگر بر تاکید این فعل بر امتہ پیدا آید البتہ آنگاہ سنتہ خواہد شد مثل تراویح کہ ہرچند تر دہمون قائل فرضیۃ تہجد بر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تراویح نفس تہجد است علی التحقیق مگر چونکہ برین تہجد مشخص باین ہیئۃ کذائیۃ مواظبت صحابہ پیدا آمد بدلیل قولی تاکد پیدا کرد وہو قولہ علیہ السلام علیکم بسنتی الخ و اگر نیک دیدہ آید مواظبت فعلی حکمی ہم بر تراویح از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم توان دید چراکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند روز خواندہ عذر ترک آن فرمود کہ مبادا بر امتہ واجب شود و در حرج افتند ہمانا کہ فعل او را گاہ گاہ و ترک او را بعذر مواظبت حکمی دارند قال رد المحتار والمراد ایضا المواظبۃ ولو حکما لندا خل التراویح فانہ صلی اللہ علیہ وسلم بین العذر فی التخلف عنہا قالہ الطحطاوی عن ابی مسعود انتہی و پس حد محررہ سائل بر جمعیت خود ماند و برای کسیکہ فرضیۃ تہجد را بر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منسوخ گوید چنانچہ قول حضرت عائشہؓ ہست رواہ مسلم فی سننہ پس مواظبت تہجد دلیل سنت موکدہ خواہد بود و دلائل قولیہ ناظر استحباب مگر تہجد رمضان کہ تراویح است بدلیل قولی سنت موکدہ خواہد ماند واللہ اعلم **جواب سوال دویم** آنکہ بست رکعت تراویح در زمان خیریت نشان حضرت عمر رضی اللہ عنہ قرار یافتہ اول یازدہ رکعت معہ وتر خواندہ شد پس در آخر امر بر بست وسہ معہ وتر قرار یافت رواہ مالک فی الموطا بسند صحیح و آنچہ سنت خلفاء باشد تاکد آن از جواب اول واضح شد باقی ماند اینکہ ہمہ موکدہ باشند یا بعض پس صاحب ہدایہ وغیرہ بر آنند کہ ہمہ موکدہ اند و قدوری گفتہ کہ بعض آنچہ از رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثبوت یافتہ موکدہ باشند و آنچہ زیادہ بران در زمان عمر رضی اللہ عنہ قرار یافتہ مستحب بود ابن ہمام ہم ہمین میل دارد ہرچند ابن ہمام را علماء جواب دادہ اند مگر از تقریر بندہ جمع ہر دو قول توان کرد کہ مراد قدوری از استحباب مزید کمی تاکد نسبت بہ ہشت رکعت و مراد ہدایہ تسویہ در نفس تاکد است

نہ قدر آن چرا کہ تاکد کلی متمسک است وحدیث علیکم بسنتی الخ دلیلے است بس کہ بعد آن حاجت نقل دگیر
نیست وبعد ثبوت روایۃ مؤطا کہ اصح الکتب فی الحدیث در طبقۂ اولی است وہم پلہ بخاری حاجۃ
کتب نیست ہمین معمول خواہد بود و مذہب مالک رحمۃ اللہ علیہ ہم ہمین باشد مگر تاہم آنچہ کہ زیادۃ
رکعات از دیگر ائمہ آمدہ اند موجہ توان شد کہ مثلاً بعد ہر ترویحہ اہل مدینہ چار رکعت میخواندند بست رکعت
فرادی زائد شدند وجملہ چہل شدند و آنہا را ہم مجازاً در تراویح شمردند واہل مکہ بعد ہر ترویحہ اسبوع طواف
کردند ودو رکعت طواف خواندند دہ رکعت فرادی مزید شد سی رکعت را مجازاً تراویح شمردند وبعد
بست رکعت قبل وتر بعض گاہ کہ اربع رکعات را ترک کردہ در دعوات مشغول ماندند شانزدہ رکعۃ
مزید شد سی وشش گردیدند ویک اسبوع را قبل وتر اگر کم کردند دو رکعت کم شدہ بست ہشت شدند
وبست رکعت خود امری است مثبت ومحقق از فعل صحابہ ویازدہ از فعل سرور عالم صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم کہ آکد از بست است الحاصل ثبوت بست رکعت باجماع صحابہ در آخر زمان عمر رضی اللہ
عنہ ثابت شدہ پس سنت باشد وکسی کہ از سنیۃ آن انکار دارد خطاست واللہ تعالی اعلم وعلمہ
اتم واحکم فقط راجی رحمۃ ربہ رشید احمد گنگوہی۔

مکتوب چہارم بنام مولوی صدیق صاحب در فضیلت علم

بندۂ ہیچمدان محمد قاسم بخدمت بابرکت وسراپا عنایت مولوی محمد صدیق صاحب زادکم اللہ علماً و
کمالاً پس از سلام مسنون عرض پرداز است عنایت نامہ سرمایۂ منت وموجب یادآوری ہا شد
شکر عنایت احباب نتوانم وطرز مکافات محبت ندانم این یک عار نارسا است کہ تہیدستان دین ودنیا
سوای آن سرمایہ دگر نیست اگر بدرگاہ بی نیازی میرسید در یغم نہ بود مگر تاہم از خود دریغ نیست خداوند
کریم بمقاصد دلی برساند مگر دنیا را اگر بینم پیش عاقلان متاع قلیل است روبسوی او چہ کنند باقی ماند
این رکن اعظم آن علم حدیث وتفسیر و آنرا در راہ گذاشتہ بوطن رفتند آن کدام ضرورت باشد کہ خوبیش
از خوبی این دولت بے بہا چنین زیادہ بنظر آمد کہ یکبار رافتان خیزان رفتند عنایت فرمائے غم و
رنج دنیا ہمیشہ ہمین سامی آیند ومیروند کار عقل آن است کہ مقصود را از دست ندہد جوہر ذاتی
وراثت نبوی را گذاشتن وقلیل را از متاع قلیل گرفتن کار خردمندان نیست سرمایۂ استحقاق

خلافت حضرت آدم علیہ السلام ہمین وفور علم بود ورنہ در معصومیت ملائکہ و فساد بنی آدم کلام نبود مصلحت وید من آن است کہ اگر علم را شروع کردہ اند تا تمام نگذارند در ششماہ یا یک سال کتب باقیہ ہم انشاء اللہ تعالیٰ تمام خواہند شد اگر این اضطراب و تلون بود در اول امر کدام کس خبر کردہ بود کہ شروع کردند گستاخی معاف باد بہمہ یاد آوران خصوصاً برادران و میرزایان و مولوی عبدالرشید صاحب و مولوی تمنا صاحب و اگر جناب حافظ صاحب ہم تشریف فرمای مراد آباد باشند یا اتفاق حاضری خدمت جناب مفتی صاحب شود از من سلام عرض دارند +

مکتوب پنجم در جواب سوال حافظ بشیر الدین صاحب مراد آبادی

سوال زید نے بحالت لاعلمی مِلک عمرو کی رہن رکہی اور قبضہ او سپر کر لیا منافع اُس کا اپنے صرف مین لاتا ہے ہنوز میعاد رہن کی منقضی نہین ہوئی تھی کہ بعض اشخاص نے کہا منافع رہن کا حکم سود مین ہے۔ زید اس امر کی تحقیق چاہتا ہے کہ فی الحقیقت یہ منافع رہن حکم مین سود کے ہے یا نہین درصورت سود ہونے کے زید جو منافع بہ نیت زر اصل اپنی کے خرچ مین لایا ہے اُس کو بروقت فک رہن کے عمرو کو وضع کر دینا ضرور ہے یا نہین مثلاً پانسو روپیہ عوض رہن ہے زید سو روپیہ اپنے صرف مین لایا تو چار سو روپیہ بروقت فک رہن کے عمرو سے لے لیوے اور سو روپیہ منافع کے اُس کو وضع کر دیوے اگر زید زر منافع بروقت فک رہن عمرو کو ادا کرے اور عمرو قبل اپنے منافع کے معاف کر دیوے یا بعد لینے کے زید کو دیدیوے جائز ہے یا نہین شرعاً ایسا ہو کہ زید کل روپیہ اپنا عمرو سے لیلیوے اور تمام زر منافع رہن زید کو جائز ہو جاوے غرضکہ زید کو کس طرح برات گناہ سے ہو سکتی ہے لہذا مکلف خدمت عالی ہون کہ اس مسئلہ مین جو بحکم شرع شریف کا ہو ارشاد فرمائے اگر مرتہن زر منافع بوقت رہن رکہدینے کے بعوض محنت اور خبر گیری ملک مرہونہ کے راہن کو بخشدے جیسا کہ عبارت معمولی رہن نامہ مین ہوتی ہے **جواب** سراپا عنایت حافظ بشیر الدین صاحب۔ السلام علیکم رہن کی آمدنی جو زمانہ حال مین کہائی جاتی ہے از قسم سود ہے ہرگز حلال نہین اور اس قسم کے الفاظ لکہہ دینے سے کہ مینے حلال اور بخوشی دیا یہ آمدنی حلال نہین ہو جاتی بخوشی دینے کے لئے ایک مرتہن ہی ملے تہا اور کوئی جہان

مین مستحق ہی نہ تہا بلکہ سب جانتے ہین کہ یہ دینے دلانیکے تحریرین فقط بغرض قرض اور بطمع کاربراری ہوتی ہین خدا تعالی ان حیلون کو خوب سمجہتا ہے وہ دل اور نہ دل کی باتون کو جانتا ہے غرض ان حیلون سے تو توقع حلتہ دور از فہم و عقل ہے ہان اگر آمدنی اشیاء مرہونہ کو پورا پورا مجرا دے اور قرض مین محسوب کرے تو البتہ وہ کہایا ہوا حلال ہو جاتا ہے مگر اس صورت مین بقدر قرض پہونچ جانے کے بعد راہن بری الذمہ ہو جائیگا اور مرتہن کو شئی مرہون سے کچھ علاقہ نرہے گا فقط جن جن صاحبون کا سلام لکھا تھا میری طرف سے اُن کو بھی اور سوا ان کے اور ملنے والونکو بھی بشرط یاد میرا سلام کہدینا فقط العبد محمد قاسم

مکتوب ششم بنام مرزا عبد القادر بیگ صاحب مرادآبادی

جناب مرزا صاحب السلام علیکم کل چوتھی رمضان شریف کو مولوی فخر الحسن صاحب نے آپ کا عنایت نامہ عنایت کیا اور آپ کے نکاح ثانی کا قصہ زبانی بھی بیان فرمایا جزاک اللہ آپ کو نکاح جو بیوہ چچی قرابتی اپنی کے ساتھ بنظر احیاء سنتہ واقع ہوا اور مرزا حمایت علی بیگ صاحب کو سفر حج مبارک ہو مرزا صاحب اپنا منصب تو یہ نتہا کہ جناب پیر و مرشد مدظلہ کی خدمت مین سفارش نامہ لکہون سفارش کے لئے کچھہ تو مناسبت ہونی چاہیئے اپنا حال اگر اور کوئی نہین جانتا تو مین خود تو جانتا ہون پر جہان اور امور خلاف منصب اپنے سر پر لئے بیٹھا ہون آپ کی خاطر سے ایک یہ بھی عریضہ حضرت کے نام کا پہونچتا ہے مرزا صاحب اتنا کرین کہ جہان اورونکو یاد رکہین اس سراپا گناہ کو بھی دعاء سے فراموش نہ فرمائین اور حضرت مدظلہ کی خدمت مین دو کلمتہ الخیر کہکر برابر سرابر ہو جائین مرزا محمد بنی بیگ صاحب اور اون کے والد صاحب کی خدمتمین سلام عرض کر دینا اور جناب حافظ عبد العزیز صاحب سلمہ اللہ سے اگر نیاز حاصل ہو تو میرا سلام یاد رکھنا سوا اُن کے مولوی سید عبد الرشید صاحب اور مولوی تمنا صاحب اور مولوی محی الدین خان صاحب اور مرزا حفیظ اللہ بیگ صاحب وغیرہم سے بھی یاد رہے تو سلام عرض کر دینا اور مرزا حمایت علی بیگ صاحب سے بعد سلام مسنون مضمون مرقوم بالا گذارش کر دینا فقط

راقم محمد قاسم

مکتوب ہفتم بنام مرزا محمد عالم بیگ صاحب در باب عمل کشایش رزق و ادائی دین

سراپا عنایت سلامت السلام علیکم - آج گیارہوین رمضان کو آپکا عنایت نامہ پھونچا عبادۃ مین دل نہ لگنا کسی خطا کی سزا ہے استغفار اور لاحول کی کثرت چاہیئے قرض کے ادا کے لئے کسی عامل سے پوچھئے مجکو عملیات مین دخل نہین اگر ہو سکے تو جناب مولوی اکبر علی خانصاحب کی خدمت مین حاضر ہو کر حال عرض کرو ادائے قرض کے لئے جو کچھ فرمائین اُس کی تعمیل کرو اور کشایش رزق کے لئے جو کچھ ارشاد فرمائین اُس کو یاد رکھو ہان اس سے پہلے پہلے حَسْبِیَ اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ اور لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا مَلْجَأَ وَلَا مَنْجَأَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ پانچ پانچ سو بار پڑھ لیا کرو اور اول و آخر گیارہ گیارہ بار درود شریف بھی پڑھ لیا کرو اور پڑھتے وقت یہ دہیان رکھا کرو کہ مین اپنے اللہ تعالی کے سامنے حاضر ہون اور دل و زبان دونون سے عرض مطلب کر رہا ہون - مرزا قادر بیگ صاحب مرزا محمد نبی بیگ صاحب کو یاد رہے تو سلام کہدینا اور سوائے اُن کے اور کوئی احباب مین سے ملجائے اور یاد آجائے تو اُن کو بھی فقط

مکتوب ہشتم در باب علاج ہوس دنیا

سراپا عنایت مرزا محمد عالم بیگ صاحب سلمہ اللہ تعالی السلام علیکم آج پندرہوین تاریخ جمعہ کے دن تمہارا خط پہونچا کیفیت حال معلوم ہوئی مین پچھلے دنون اثنا سفر مین بیمار ہو گیا تھا اُس مرض سے شفا تو اثنا راہ ہی مین ہو گئی تھی مگر جب سے کسی کسی قسم کی خلش چلی جاتی ہے اسی مین کھانسی کی شدت ہو گئی دو تین مہینے اُس کی تکلیف رہی اب بفضلہ تعالی اس کو بھی آرام ہے یون ہی برائے نام باقی ہے انشاء اللہ تعالی وہ بھی رفع ہو جائیگی غرض اب مین اچھا ہون باقی کمی ہوس دنیا کے لئے یادگاری موت سے بہتر کچھ نہین ہو سکی تو ہر روز گھڑی آدھ گھڑی موت کے تصور مین گذار دیا کرو اور اوسوقت اس قسم کا خیال رکھا کرو - کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر جسقدر انبیا ہوئے وہ سب مر گئے جسقدر بادشاہ اس زمانہ سے پہلے ہوئے وہ سب

مر گئے بزور دین کوئی چھوڑتا تو انبیا چھوڑتے اور بزور دنیا کوئی بچتا تو بادشاہ بچتے مین الی الذی نہ اولا الذی نہ زور دین نہ زور دنیا مین بچو تع کیونکر بچون پھر اس کے ساتھ قیامت کے حسابے کتاب اور عذاب وثواب کو سوچا کرو فقط

مکتوب نہم بنام مولوی میر محمد صادق صاحب مدراسی درباب تحقیق حکم جمعہ

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین سیدنا خاتم النبیین محمد وآلہ واصحابہ وازواجہ اجمعین بعد حمد وصلوٰۃ بندۂ کمترین ہیچمدان بے سروسامان **محمد قاسم** بخدمت سراپا عنایت مکرمی مولوی میر محمد صادق صاحب دام عنایتہ پس از سلام مسنون عرض پرداز است عنایت نامہ ملفوف باستفتای رسید کہ حضرت مجمع البحرین شریعت وطریقت مخدوم ومتاع خاص وعام جناب مخدومنا ومولٰنا سید عبد السلام صاحب دام برکاتہ صدور یافتہ بود ممنون ومشکور شدم مقتضائے عنایت سامی آن بود کہ توقف نمی کردم ووقتیکہ عنایت نامہ ذریعۂ ممنونیہائے احقر شدہ بود ہماندم دستم بہ قلم وکاغذ میرسید مگر بالائے کاہلی طبع از عوایق گوناگون ہیچمدانی وبے سروسامانی سامان این تقصیر وسرمایۂ این تاخیر شد ہیچمدانی وہمہ می دانند نہ سفینہ بہ گنجینہ آوردہ ام ونہ مکتوبات سفینہ رابسینہ سپردہ باین ہیچمدانی واین بے سروسامانی نہ جرأت ہیچو کارہا بدل آید ونہ دل بدست کارفرماید وذخیرہ ام ہمین خیالات پراگندۂ من اند کہ یکی را اگر بدل می نشینند دیگران آنرا از جملہ مضامین شعریہ می بینند مگر بندہ گندہ رابحضرت ممدوح نہ تنہا نیاز سابق است اعتقاد لاحق ہم بدل فراہم آوردہ ام اگر بامتثال ایمار خدام ہیچو مخدومان سرفرو نیارم باز آن کدام است کہ انتظار ارشاد او خواہم کشید باین وجہ امروز ہمین مصمم شد کہ من کار خود بکنم اگر پسند خاطر خدام والا مقام افتاد فہو المراد ورنہ کالائے زبون بریش خاوند نامہ سیاہ خود را باز خواہم گرفت اکنون یکدو سخنے پیشتر از غرض مقصود عرض میکنم اول اینکہ در عرف عام ہر قوم وہر زبان لبباست کہ خطاب بالقاب عامہ کنند ومخاطب خاص باشد اکثر از ابالقاب ہیچو مولوی صاحب وشاہ صاحب وشیخ صاحب ومیرزا صاحب ندا کنند ومنادی از یک شخص بیش نباشد ہمچنین در اصطلاحات شرع شریف قرآن وحدیث نیز در مواقع کثیرہ این طرز اختیار افتادہ میفرمایند کہ واقیموا الصلوٰۃ وآتوا الزکوٰۃ

ارشاد بخطاب عام است و مخاطب این حکم جز اغنیا رتمی تو انند شد رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم را بخطاب ہمچو یا یہا النبی یا یہا الرسول یا دمیفرمایند وظاہر است کہ این لقب چہ قدر
از حضرت مخاطب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عام است بالجملہ این انداز دور از انداز ادار مطلب
وطرز کلام نیست بلکہ در ہر زبان معمول بہر خاص وعام است دویم اینکہ اگر فرض کنیم دو کس یا
زیادہ از قومی سادات یا شیوخ مثلاً نشستہ باشند و یکی از آنہا کور یا کر باشد و کسی دیگر از حاضران
وقت باوجود اطلاع کیفیت چشم وگوش اوشان بخطاب عام مثل میر صاحب و شیخ صاحب
آواز دادہ اگر گوید بہ بین یا بشنو این حکم دیدن و شنیدن تعین و تشخیص مخاطب مے فرماید
ہر کہ از حاضران عقل داشتہ باشد بے تامل بہ فہمد کہ مراد این کس است نہ آن ہمچنین مخاطب
بہ یقین داند کہ بسقط اشارہ متکلم منم نہ دیگران سوم اینکہ اگر جناب باری و رسول پاک او صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم حکمے را بشروط مربوط فرمودند ارتباط آن حکم بآن شرط از قسم ارتباط توقف باشد
کہ فیمابین موقوف و موقوف علیہ باشد و بدین سبب احدیرا نمیرسد کہ اگر حکمتے کہ غرض از
ارتباط بود مقصود شود یا بدون آن شرط ہم آن حکمت حاصل توان شد آن شرط را لغو گرداند و آن حکم را
بشرط مربوط اند و بران شرط موقوف نہ پندارد مثلاً منجملہ شرائط جمعہ جماعت ہم است و حکمت
از اشتراط جماعت بجز این چہ توان گفت کہ از استماع و استماع مواعظ اعنی خطبہ مقصود است اگر
جماعت شرط نکنند باشد کہ مردم فراہم نیایند پس تنہا واعظ لعینی خطیب اگر وعظ گوید مستمع کہ باشد
مگر پیدا است کہ استماع بجز د فراہمی مردم میتوان شد توقف صحت نماز جمعہ بر جماعت از چہ روست
اگر فراہم آیند و تنہا تنہا نماز خود بگذارند و بروند یا بجاے دیگر رفتہ نماز جماعت ادا کنند مقصود اصلی
بہم رسد مگر کسی را ندانم کہ بجواز این صورت فتوی نویسد پس ازین مقدمات معروضہ معروض
خدمت خدام باد کہ آیۃ یا ایہا الذین آمنوا اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع
ہر چند بوجہ عوام خطاب مشیر بآن است کہ ہمہ کس را این حکم عام است مسافر باشد یا مقیم صحیح باشد
یا مریض غلام باشد یا آزاد طفل باشد یا جوان زن باشد یا مرد مگر چون نظر را بآیۃ ادا مرسیاق فاسعوا
الی ذکر اللہ وذروا البیع رسانند خود واضح شود کہ بجز مردان آزاد و توانایان مقیم د جوانان خود ہمچنان ہیچکس
از اہل اسلام مخاطب این احکام نیست تفصیل این اجمال اینست کہ سعی اگر مطلوب توان شد

از مردمان و توانایان توان شد از بیماران و زنان حال بیماران خود معلوم است ناتوانان کار توانائی چه دانند
باقی ماند زنان در حق اوشان ہمچو لایضربن بارجلهن ارشاد رفته اینطرف زنان را بچه تاکیدات بلیغه بخانه نشینی
مثل قرن فی بیوتکن وغیره ارشاد فرمودند و ظاهر است که در سعی بالضرور احتمال انکشاف محل زینت است
و دوادوی کوچه و برزن بیشک مقتضی آنست که وقتی نقاب از رخ و جامه از ستر بیساخته برافتد همچنین خطاب
و ذروا البیع مقتضی آنست که مخاطبان را اختیار بیع و شرا حاصل است ورنه و ذروا البیع فرمودن چه معنی دارد و ظاهر است
که نه غلام مرد این کار است و نه طفل نابالغ را این اختیار شاید همین است که ارشاد فرموده اند الجمعة حق واجب
علی کل مسلم جماعة الا اربعة عبد مملوک او امرأة او صبی او مریض رواه ابوداود فی باب الجمعة للمملوک والمرأة
باز چون کیفیت اذان جمعه را که در زمان نبوی بود صلی الله علیه وآله وسلم اگر یاد کنم این عقده هم منحل
نشود که مسافر از این تخفیف تصدیع است شرح این معما این است که در زمانه برکت توام حضرت نبی
صلی الله علیه وآله وسلم اذان جمعه همان وقت گفته می شد که امام بر منبر آمده نشیند نظر برین ترک بیع و
شرا و دوادوی بغرض استماع وعظ امام یعنی خطبه باشد چنانکه لفظ الی ذکر الله خود دلیل دعوی است آخر مراد از
ذکر اینجا همان وعظ خطبه اند که کار امام و خطیب باشد و چون فضائل استماع خطبه کراهت شور و شغب را که
مانع از استماع باشد یاد کنم این امر دیگر موجه می شود که مطلوب اصلی از روز جمعه اجتماع بهر استماع وعظ و خطبه باشد
و همین است که فامشوا نفرمودند بلکه فاسعوا فرمودند تا اشاره شناسان خداوندی را بدل نشیند که غرض
اصلی استماع است که اگر گامهائے نازنین را آهسته خواهند زد باشد که از برکات خطبه محروم مانند و شاید همین است
که حضرت عثمان رضی الله عنه اذانی دیگر قبل از اذان خطبه افزودند تا باشد که در رسیدن سامعان دیر شود و
خطبه بیکار رود غرض بوجه عرض مذکور با وجود مقرر بودن یک اذان که بهر هر نماز مقرر است اذانی دیگر
پیشتر از اذان خطبه افزوده شد تا مطلب اصلی بوجه احسن بدست آید لیکن از انجا که در حدیث ارشاد است
عن عوف بن مالک قال سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم لا یقص الا امیر او مامور او مختال رواه ابوداود
من باب فی القصص من کتاب العلم و مراد از قصص در حدیث همین وعظ است چنانکه دانندگان دانند
جائیکه وعظ فرض ضروری خواهد بود اینهم ضرور خواهد بود که آن واعظ خود امیر باشد یا مامور یعنی نائب او
باشد ورنه در زمرهٔ مختال داخل خواهد شد که اشاره بمنع وعظ گوئی میکنند و نیز ظاهر است وعظ جمعه یعنی
خطبه که موسوم بذکر الله شد اگر جمعه فرض است فرضیت این وعظ به اول درجه بیک حساب باید داشت

و در صحرا و دریا و مسافران را میسر آمدن این قسم وعظ معلوم پس چگونه توان گفت که مسافران محکوم این حکم اند
مگر آن که سفر را یک لخت حرام گردانند و سوای این اسفار که در آن مظنه بهم رسی اینچنین واعظ باشد قطعاً
حرام گردانند لیکن اینچنین فتویٰ نه کس داده نتوان داد نظر برین همین توان گفت که مسافر را ازین حکم
یکسو نهاده اند و آنکه باشاره حدیث اول وجوب جمعه بظاهر بنظر ظاهر می آید آن را چنان فهمند لظاهر
در عموم یا ایها الذین آمنوا اذا نودی للصلوة هم مسافر داخل میشود چنانچه ارشاد معروضه مخصص مسافر وغیره
از آیة است همچنین اشارهٔ لفظ جماعت که حدیث مذکور وارد است مخصص از حدیث است بیچاره مسافر را
جماعت از کجا بدست آید یا سفر را تنها در حق او حرام گردانند یا جمعه را برو واجب ندانند مگر سفر را تنها باشد
یا نباشد در حق کسی حرام نتوان گفت چار ناچار اقرار بعدم وجوب لجب خواهد شد و آنکه مثل الواحد شیطان هم در حدیث آمده
در اول اسلام بود و اگر هنوز این نهی برحال خود باقیست الاثنان فما فوقهما جماعة مشیر بآنست که اگر دو کس هم شوند
سفر جائز است ممنوع نیست مگر درین صورت شرط جماعت بطور حنفیه بدست آید نه بطور شافعیان بدست افتد
بلکه از لفظ الذین آمنوا با لفظ فاسعوا و ذروا با انضمام آنکه کمترین مصادیق جموع حسب وضع لغت سه فرد اند برین
امر دلالت دارد که کم از کم سوای امام سه کس می بایند چه مخاطب یا ایها الذین همان سامعان اند که دو بیده وعظ امام
خواهند شنید نه آنکه امام هم داخل جماعت شان است زیرا که ندا و صلوة حسب قرارداد سابق وقتی می بود که
امام جلوه بر منبر میکرد نظر برین این حکم مخصص سامعان خطبه باشد امام را باین حکم سروکاری نیست الغرض
ضرورت امیر یا مامور و هم ضرورت جماعت مسافر را هم از آیة و حدیث یک طرف افگند وجه اشتراط امیر یا نائب
امیر هم بوجه ضرورت خطبه که از لفظ فاسعوا الی ذکر الله هویداست با انضمام حدیث لا یقص هو جه شد باقی ماند
فقط شرط مصر اگر غور کنند همین ضرورت امیر و مامور دست در کمر آن دارد چه مصری نباشد که حاکمی دران نبود
خود بادشاه وقت اگر نباشد نائب او بالضرور خواهد بود و فرق فیما بین امصار و قریٰ و شهرها و دیهات آن
چنان ست که محتاج بیان باشد و در هر ولایت شهرها و دیهات می باشند و هر کس بمجرد استماع این الفاظ
معانی این الفاظ می شناسند و بمجرد مشاهده شهر را از دیه تمیز میکنند قابل بیان اگر بود همین بود که شهری
خالی از حکام نمیماند خود سلطان باشد یا نائب سلطان باشد و در دیهات و میدانها و صحرا خواه مخواه
رونق افزوی سلاطین ضروری است و نه نصایح گستری نواب شان واجب نظر برین صحرا و دیه را به
یکسو گذاشتن و کار گذاری سرکاری بذمهٔ اهل شهر نهادند و ازین تقریر اینهم هویدا شد که جواز جمعه نسبه کس

محل اشتراط مصریت ضرورت مصر بوجه دیگر است بغرض فراهمی مجمع کثیر نیست آری بالای ضرورت مشار
الیها این شرط این فائده هم در آغوش دارد که وعظ در شهر خالی از مجمع کثیره کمتر باشد و با اینهمه مردم شهرها اکثر
ارباب فهم باشند قابلیت تعلیم چندانکه اوشان دارد اهل دیه ندارند و در مجامع کثیر اگر همه تسلیم نمی کنند
باری ازین هم چه کم که بدو کس را وعظ واعظ در گیرد و باز وعظ و پند صحبت اش دیگران را براه حق کشد اکنون
معروضی دیگر بخدمت خدام عرض میکنم فهم این اشارات از کلام ربانی چون همه مردم را میسر نیست و احادیث
مصرحه این معنی بحد تواتر نرسیده اند افهام علما مختلف شدند و عوام را گنجایش امید مغفرت بر تهاون در صورت
وجوب نزدیکی و عدم وجوب نزدیکی بهم رسید و رفته رفته کاهلی نوبت تا آن رسید که متعصبان حنفیه عمداً ترک
و تهاون جمعه آغاز کردن و این ندانستند که اندرین صورت بفحوای المتقی من تیقی الشبهات درهیچون نه تنها
جمعه ضروری ست بلکه فرض ظهر هم واجب گردید یعنی این مسلم که درهیچو صور قطعیه فرضیه باین معنی که اگر شرطی
از شرط مذکوره فوت شده تاهم ادای جمعه همچو نمازهای پنجگانه فرض است و منکر آن کافر قابل اعتماد نیست مگر
ارشاد دع ما یریبک الی ما لا یریبک قانونی اگر بهر مواقع شک تجویز فرموده و آن اینکه اگر در فرضیت
احد الامرین بلا تعین یقین کامل حاصل باشد و به نسبت یگان یگان یقین کامل نبود بلکه ظن یا شک باشد
هر دو را ادا باید کرد با دای یک امر فارغ نتوان نشست و این بدان ماند که مردی متدین یک روپیه یا کم و
بیش مثلاً قرض دیگرے بذمه خود داشته باشد و پس از زمانهٔ دراز در شک افتد که ادا کرده ام یا نی یا از اول
امر بودن قرض و نبودن آن مشکوک بود و صاحب دین حالیه است و امتحانش میکند که میدهد یا نمیدهد
اندرین صورت اقتضای دینداری همین است که ادا کند و اگر در مقدار قرض شک است یک روپیه است
یا دو روپیه می باید که هر دو روپیه ادا بکند اگر صاحب حق تابع حق است در صورت بقار خویش بقدر
حق خویش خواهد گرفت باقی را با و حواله خواهد فرمود چون درینجا هم همین صورت بوقوع آید می باید که
اهل اسلام هر دو را ادا کنند حق تعالی حق خود را قبول خواهد فرمود و باقی را عوض واپس خواهد داد
یعنی هرچه که فرض نبود آنرا بحساب نوافل خواهد گرفت و از انجا که اعطاء ثواب حسب قرار داد کرم
بر نوافل واجب است به ثواب مکافات جان کاهے بندگان خواهد فرمود اما فرائض حقوق سرکاری
اند عوض آنها بمقتضاء طلب ضروری نیست بلکه آنرا همچو باقی سرکاری باید پنداشت چنانچه باقی سرکاری
همچو قرض رعایا واجب العوض نبود همچنین فرائض واجب الثواب نباشند و نوافل را همچو اسباب بازاری

وقرض رعایا باید دانست کہ یک ذرہ ہم اگر می گیرند قیمتش و عوضش ادا میکنند مگر چون نفس جمعہ قطع نظر از شرائط است
وہم شعائر اسلام اگر از ادای نماز تہاون در ادایش رود ہر دو مردمان کم فہم را بوجہ کوتہ فہمی و معونت کاہلی مقصود شدن
شرائط موجب ترک جمعہ شود و نہ باعث افزایش نماز ظہر اند بصورت بگمان این ہیچمدان مفتی وقت را اختیار تاکید
جمعہ و ممانعت ادای ظہر است او را میرسد کہ از ظہر باز دارد تا بجمعہ مستقیم شوند و جمعہ را قائم کنند چہ اول حدیث اختلاف
امتی لوا صحابی رحمۃ او کما قال مشعر این اختیار میشاید دوم تقرر خلیفہ خود باطاعت و بیعت مردم وابستہ است فی انعزال
آن بعزل او شان گرہ خوردہ چون اینقدر اختیار گران بہا باوشان ارزانی فرمودہ اند نصب امام و واعظ که خصہ ایست
از آنچہ اکہ بدست شان نباشد و وعظ و امامت از کارہای امام عام است امامت صغری و وعظ ویرا بامامت کبری
و اولی الامر نسبتی دارد کہ نو ضعیف را با نور قویست اگر امامی موجود است دست بدست دیگری دادن نشاید کہ
اجتماع دو حاکم صد فتنہ در بردارد و ہمین است کہ قتل ثانی و وفا ببیعت اول ارشاد رفتہ مگر جائیکہ یک باشد دومی را
امام خود گردانیدن چندان دور از قیاس نیست چہ اینوقت امامت امام توان کرد تا با امامت صغری چہ رسد غرض
نظر بر اختیار مشار الیہ مسلمانان نصب امام خاص بدرجہ اولی باید داد و اینکار از و باید گرفت و این امامت مخالفت
اشتراط امام عام نباید فہمید چہ این شروط وقتی است کہ از امام عام نامی و نشانی باشد تا کہ بالمعنی جمع بین المختلفین
لازم نیاید چہ در صورت وجودش اینکار حسب اشارات حدیث چنانکہ گذشت و موافق اشارات الفاظ قرآنی
اعنی اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم کار امام عام بود اگر وعظ دیگر بشنوند و برامر و نہی دیگران کنند گویا ہمانرا اولی الامر
قرار دادند و بالمعنی در جنب خلیفہ اول خلیفہ دیگر بنشانند اکنون کہ سندش خالیست اگر واعظ دیگران بشنوند
محذوری نیست و چون موافق این تقریر این شرط از میان برخاست شرط مصر ہم بیکطرف رفت چہ اشتراطش
ملزوم اشتراط شرط امیر بود آری ظاہر الفاظ روایات مشعر ضرورت مصر عام اند لہذا احتیاط ہمین است کہ تا مقدور
رعایت شہر پیش نظر ماند اگر کسی در دیہی جمعہ قائم کند دست گریبانش نزنند کہ اول این شرط ظنی بود
بار حسب تقریر مذکور ضعفی دگر دران بہم رسید مگر خلجانی ہنوز باقی است غرض آن نیز ضروری ست چنانکہ
ادای ظہر کم فہمان را موجب تہاون در جمعہ می شود ہمچنان این اجازت نصب امام خاص و اختیار استماع مواعظ
و خطب آن موجب تہاون در نصب امام عام است اگر جمعہ متروک میشد شاید ہمت اہل ہمتی بشوق جمعہ
و مشاہدہ ہدایت اہل عصر و انبار روزگار کاری میکرد نظر برین جمع بین الظہر و الجمعہ احوط میشاید ورنہ وجوب نصب امام
لنبیا مخفیا شد نیست وپیداست کہ این وجوب رفتنی نیست و اختیار نصب امام خاص بیشک این وجوب را

بضعف میرساند آنیست آنچه که ذہن نارسائی من بدان میرسد مگر نه قاضیم نه فقیہم نه مفتی نه که اجتہاد کنم و خلق قول
من بشنوند اگر دیگران ہم ہمصفیر من شوند فبہا ورنه کالای زبون بریش خاوندان فقرِ بے معنی را بر سر من زنند و ہر چه
مناسب وقت دانند و موافق اشارات علماء ربانی که از اتباع قرآن و حدیث دور نیفگنند اختیار فرمایند و این
نیازمند را ہم اطلاع فرمایند تا به پیروی جم غفیر من ہم سر دہم و در پے تفرق کلمه نشوم بخدمت حضرت مخدوم و متاع
من برکت مآب مولوی سید عبد السلام صاحب از من دور افتاده عمر عزیز را بہوا و ہوس باد داده سلام و شوق
که بصد نیاز مشحون باشد عرض دارند من بغرض دعا این کار کرده ام ورنه از فتوی و استفتا احتراز من
مشہور است تشنبیه تقریر پریشانم را ہر که ملاحظه خواہد فرمود باید دانست که شروط حنفیه اگر معارض عموم ظاہری
خطاب یا ایہا الذین آمنوا اذا نودی للصلوة است اما این عموم خطاب بحکم مقدمات مذکوره مستدعی آن
نیست که حکم جمعه عام باشد آری اوامر حکم سیاق تخصیص حکم میکنند و ہویدا بود که ہمه شروط مذکوره از ہمین آیت
می زایند و احادیث مستنده فقط مصرحه و موضح آن ہستند مستند بشروط اند تا احتمال ابطال نص عام بروایات
احاد که بعضی آنہا موافق خیالات بعض اکابر مطعون اند بدل نشیند مگر وقتیکه شرائط مذکوره موجه شدند بازنه
فقط باین نظر که در بعض مواقع بدون این شروط ہم میتوان برآید جرأت اہمال آن نباید فرمود آری بطور
احتیاط بوجه ضرورت دیگر اگر مرتکب این اہمال شوند چنانچه عرض کرده ام چندان دور از قواعد شرع نیست
که احتیاط از اہم مقاصد شرع شریف است و بسیاری از احکام مبنی بر احتیاط اند وجوب وضو پس از
نوم مبنی بر ہمین احتیاط است چنانچه الفاظ مشعره وجوب آن خود در انظر گواه است و سنت غسل بدنیکه
ہیچو فانک لا تدری این باتت یدک ثابت است بنایش بر ہمین احتیاط است و بس ۃ

مناجات بدرگاه قاضی الحاجات مصنفه منشی حمید الدین صاحب رئیس سنبہل

خدایا ببخشای بر حالِ من — که افتاده عصیان بدنبالِ من
زنا کردنیہا ہمه کرده ام — ز آسایشِ خویش آزرده ام
گناہان بیحد و کن در شمار — که او پر گناه و تو آمرزگار
نه طاعت که باشد نیازم بآن — مگر رحمتِ تو که نازم بآن

بجا باشد ار گیری از من نگاه — که خود را ہمین بینم عصیان پناه
اگر بخشیم باشدم آبرو — وگرنه سیه کارم و زرد رو
تو آنی که از من نپرسی حساب — تو آنی که بر من نگیری عتاب
گنہگار و امیدوارم ببخش — به قاسم که بر حال زارم ببخش

تمت

الحمد للہ و المنه که کتاب رساله لطائف قاسمیه بار دوم بماه نومبر ۱۹۰۱ء در مطبع مجتبائی واقع دہلی طبع گردید۔